سیّد غلامُ الثّقلین نقوی

(۱۹۲۳ء۔۲۰۰۲ء)

سیّد غلامُ الثّقلین نقوی مقبوضہ کشمیر کے ایک گاؤں ''چوکی ہنڈن'' میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سیّد امیر شاہ نے کچھ عرصہ ریاست جموں و کشمیر کے محکمہ مال میں ملازمت کی جب کہ باقی عمر درس و تدریس میں گزاری۔

سیّد غلام الثقلین نقوی نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں میٹرک، ۱۹۴۱ء میں مرے کالج سیال کوٹ سے ایف اے، ۱۹۴۵ء میں بی اے اور ۱۹۴۶ء میں بی ٹی کا امتحان پاس کر کے ہائی سکول میں درس و تدریس کا آغاز کیا۔ ۱۹۵۰ء میں ایم اے اُردو جامعہ پنجاب سے کیا۔ بطور لیکچرر اُردو، ان کا تقرر گورنمنٹ کالج جھنگ میں ہوا۔ کچھ عرصہ بہاول نگر میں بھی پڑھایا۔ ۱۹۶۸ء میں ان کا تبادلہ سنٹرل ٹریننگ کالج، لاہور میں ہو گیا، جہاں سے ۱۹۸۳ء میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

سیّد غلام الثقلین نقوی کو افسانوی ادب سے خاص لگاؤ تھا۔ ان کا پہلا افسانہ ''سانڈنی سوار'' کالج میگزین میں، جب کہ ان کی آخری تحریر ''اگلے وقتوں کے لوگ'' ادبی مجلہ ''اوراق'' میں شائع ہوئی۔

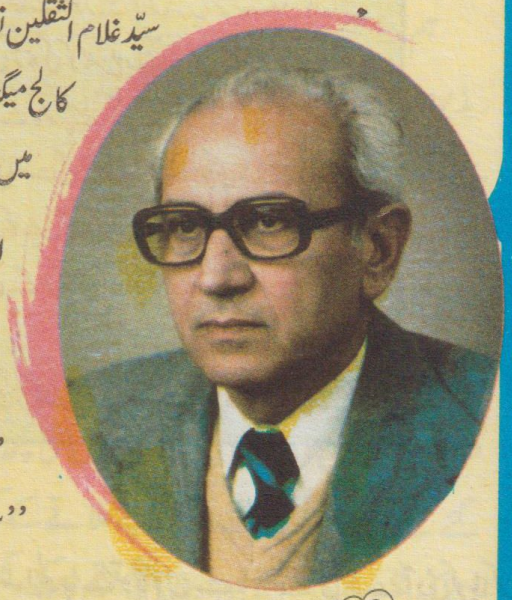

افسانوں کے علاوہ انھوں نے کئی ناول بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے مشہور ناولوں میں ''مکّہ و مدینہ''، ''بکھری راہیں''، ''میرا گاؤں''، ''شیر زمان'' اور ''چاند پور کی نینا'' شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مزاحیہ مضامین ''ایک طرفہ تماشا ہے'' اور افسانوی مجموعوں میں ''دھوپ کا سایہ''، ''سرگوشی''، ''لمحے کی دیوار''، ''نغمہ اور آگ'' وغیرہ کو اہمیّت حاصل ہے۔

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

9

میرا گاؤں

تدریسی مقاصد

- طلبہ کو ناول کے موضوعات، کرداروں اور واقعات کی تفہیم کرانا
- طلبہ کو پاک بھارت جنگ ۱۹۶۵ء کے بارے میں بتانا
- گاؤں کی معاشرتی، ثقافتی اور معاشی زندگی سے روشناس کرانا
- طلبہ کو ناول کے موضوعات پر تنقیدی انداز میں سوچنے کی ترغیب دینا
- ناول کے اُسلوب، زبان اور بیانیے کا تجزیہ کرنا

ناول ''میرا گاؤں'' کا تعارف

اُردو ادب میں سیّد غلام الثقلین نقوی کی حیثیت اس اعتبار سے منفرد ہے کہ اس وقت جب افسانوی ادب میں شہری تہذیب کو موضوع بنایا جا رہا تھا، انھوں نے نہ صرف دیہاتی معاشرے کے سات رنگوں کی قوس قزح ترتیب دی بلکہ اس کے پورے ثقافتی پس منظر کو بھی عیاں کر دیا۔ منشی پریم چند کے بعد دیہاتی زندگی کو بھرپور انداز میں پیش کرنے کا سہرا سیّد غلام الثقلین نقوی کے سر ہے۔ ناول ''میرا گاؤں'' میں قیامِ پاکستان سے کچھ پہلے سے لے کر تقریباً ۱۹۶۵ء تک کی پاکستانی تاریخ کے اہم واقعات، پاک بھارت جنگ اور ملکی و بین الاقوامی سیاست کی کروٹوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔

اس ناول میں چک مراد نامی گاؤں کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔ یہ گاؤں سیال کوٹ کے نزدیک واقع ہے اور وہیں خود ان کا آبائی گاؤں بھڑتھ بھی آباد ہے۔ ناول کے تمام واقعات ناول نگار نے اس کے مرکزی کردار ''ماہنے'' (عبدالرحمان) کی زبان سے کہلوائے ہیں۔

ناول کے دیگر کرداروں میں چودھری شرف دین، بھا اسلم، حمیداں، موج دین، شیماں، سُلّی، حیات وغیرہ شامل ہیں۔

ہم لائل پور کے چک میں تھے کہ تاشقند کا معاہدہ ہوا۔

یہ معاہدہ روس نے کرایا تھا جو دنیا کی بہت بڑی طاقت ہے۔ گاؤں میں کوئی معاملہ الجھ جائے تو گاؤں سے باہر کے کسی بڑے آدمی کو بلا کر ہم اُسے سرپنچ بنا لیتے ہیں۔ وہ جو فیصلہ کرے ہم اُسے سر آنکھوں پر رکھتے ہیں۔ ہم نے روس کا فیصلہ قبول کر لیا۔ ہم عام لوگوں میں اتنی سیاسی بصیرت کہاں ہے کہ اس معاہدے کی تہ تک پہنچ پاتے۔ صدرِ پاکستان نے ریڈیو پر جو تقریر کی اس سے معلوم ہوا کہ اس معاہدے سے پاکستان کو بہت فائدہ پہنچے گا اور جموں کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اس جنگ سے ہم نے کیا پایا جو خوشی کا اظہار کریں بلکہ ہم نے جیتی ہوئی جنگ ہار دی۔ میرا دل کہہ رہا تھا کہ جنگ سے انسان پاتا کچھ نہیں کھوتا بہت کچھ ہے۔ لوگ گھر سے بے گھر ہوتے ہیں،

ان کی فصلیں اُجڑ جاتی ہیں اور ان کی عزّتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ نجانے کیوں، میں جس سے بھی یہ بات کرتا، وہ خوش نہ ہوتا۔ یوں لگتا جیسے ہر شخص کے اندر کوئی چیز ٹوٹ گئی ہے اور اس کا حوصلہ پست ہو گیا ہے۔

میں نے بھا سے کہا ''یہ جنگ بھی اسی قسم کی تھی، جس سے ہم اپنے گاؤں میں آئے دن دوچار ہوتے رہتے ہیں۔

''میں نے نہیں سمجھا ماہنے!''

''ہم نے چودھری کو قدم قدم پر شکست دی لیکن چودھری کی سیاست ہم سے زوردار تھی۔ ہر شکست کے بعد وہ پھر جیت جاتا۔ وہ ہار کر جیتتا رہا اور ہم جیت کر ہارتے رہے۔ کیوں بھا! ٹھیک ہے ناں؟''

''ٹھیک ہے۔''

''اس کی کیا وجہ ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''چودھری کے پاس ہم سے زیادہ زمین ہے۔ اس کا اثر و رسوخ بھی ہم سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ اس کا بیٹا وکیل ہے۔ اس کا سیدپور کے ذیلداروں سے رشتہ ہے۔ ایسی بہت سی باتیں ہیں جن میں ہم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہم ہر جیت پر کچھ ہار جاتے ہیں وہ ہر ہار پر کچھ نہ کچھ جیت لیتا ہے۔''

ہم نے چک کے جن کھیتوں میں گندم بوئی تھی، وہ اب ہرے بھرے نظر آتے تھے کیوں کہ راتوں میں ایک دو بارشیں بھی ہو گئی تھیں۔ ریڈیو اور اخباروں سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں ملکوں کی فوجیں ایک دوسرے کا علاقہ خالی کر رہی ہیں۔ ہم اپنے علاقے میں جانے کے لیے بے تاب ہو گئے تھے۔ آخر یہ اعلان بھی ہو گیا کہ ان علاقوں کے لوگ واپس جا سکتے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ ابھی عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے جانا اچھا نہیں۔ اس لیے میرے باپ نے فیصلہ کیا کہ بھا اسلم اور عبدالغفار، چک میں ان کے پاس رہیں اور ہم باپ بیٹا گاؤں جا کر حالات دیکھیں اور جب مناسب ہوا، انھیں بلا لیں۔

سردیوں کا وہ دن نہایت خوش گوار تھا، کیوں کہ دھوپ چمک رہی تھی اور اس میں پچھلے دنوں کی بارش کی نمی بھی رچی ہوئی تھی۔ سیال کوٹ شہر میں چہل پہل لوٹ آئی تھی۔ چھاؤنی میں بھی کچھ کچھ آبادی نظر آ رہی تھی اور سیدپور جانے والی پکی سڑک پر یکّے اور تانگے چلنا شروع ہو گئے تھے۔ ہم تانگے پر بیٹھنے لگے تو اپنے علاقے کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہو گئی۔ اُن میں سے ایک دو آدمی اپنا علاقہ دیکھ آئے تھے۔ انھوں نے کہا: ''چودھری موج دین! وہاں پہنچ کر تم جو کچھ دیکھو گے، اسے دیکھ کر تمھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آئے گا۔''

تانگا چلتا رہا اور ہم اپنے خیالوں میں کھوئے رہے۔ سڑک کے دونوں طرف کی زمینیں آباد تھیں اور شیشم کے درختوں پر بُور آ رہا تھا۔ ہلکی ہلکی خُوش بُو پھیلی ہوئی تھی۔ ابھی ہمارا گاؤں تین چار میل کے فاصلے پر تھا کہ یکایک منظر بدل گیا۔ ہمارے سامنے کی سڑک لُنج مُنج تھی۔ اس کے دونوں طرف درختوں کے کٹے ہوئے ٹھنٹھ نظر آ رہے تھے اور دُور دُور تک کھیتوں میں کوئی درخت نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہاں کھیتوں میں گھاس اُگ آئی تھی۔ بارش کی وجہ سے گھاس تر و تازہ تھی۔ اس کا رنگ نکھر گیا تھا، پر کھیتوں میں سے درخت کٹ جائیں تو گھاس کا

میدان بھی بنجر بنجر سا اور لُٹا پٹا سا معلوم ہوتا ہے۔ اب سڑک کا جو حصّہ شروع ہوا تھا اس میں قدم قدم پر گڑھے پڑے ہوئے تھے اور تانگا دھچکے لے رہا تھا۔

ہم بھٹے کے قریب تانگے سے اُترے۔ چھے مہینوں کے بعد گاؤں کی دھرتی پر پہلا قدم رکھا تو میں نے سوچا ''اس دھرتی کو دشمن کے پاؤں روند چکے ہیں۔ اس کے سینے پر اُس کے ٹینک چلے تھے۔ یہاں قدم قدم پر گولے گرے تھے اور اس کا سینہ پھٹتا رہا تھا۔ وہ بھی تو اسی کا بیٹا تھا۔ اس نے ایسا کیوں کیا؟'' مجھے اپنے سوال کا جواب نہ ملا۔

بھٹے پر دشمن نے اپنا مورچا لگایا تھا۔ اس کے نشان صاف نظر آرہے تھے۔ میری کُٹیا کا نام و نشان باقی نہیں رہا تھا۔ گاؤں تک جانے والی اینٹوں کی سڑک پس کر چُورا ہو چکی تھی اور اس میں گڑھے پڑ چکے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ لگے بجلی کے کھمبے غائب تھے۔ گاؤں تک پہنچتے پہنچتے میرا دل سُنسان اور ویران ہو چکا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے شام پڑ چکی ہو حالاں کہ ابھی دھوپ تیز تھی اور اس میں ڈھلتے سورج کی زردی بھی نہیں رچی تھی۔ ابھی ہم گاؤں سے سو دو سو قدم کے فاصلے پر تھے کہ اس کی ویرانی نے ہمیں لپک کر آلیا جیسے وہ ہمارا استقبال کر رہی ہو۔ دلوں میں اُتری ہوئی شام اور بھی گہری ہوگئی۔

میرا جی چاہا کہ میں یہیں سے لوٹ جاؤں۔

پر میں نے سوچا ''میں لوٹ کر کہاں جاؤں گا؟''

جوہڑ کا گدلا سا پانی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ بھا اسلم کے مکان اور دُکان کے ملبے نے گلی کے دہانے کو بند کر دیا تھا۔ گلی کے اردگرد کے مکان منھ پھاڑے ہمیں نگل جانے کو تیار نظر آتے تھے۔ اُن کے دروازے غائب تھے، کھڑکیاں باقی نہیں رہی تھیں، چھتیں موجود نہیں تھیں، کڑیاں، بالے اور شہتیر اُتار لیے گئے تھے۔ کچے مکانوں کے کھنڈر تو بہت بھیانک نظر آرہے تھے۔ پکے مکانوں کی سب اینٹیں، پتا نہیں کون سا جِن اُٹھا کر لے گیا تھا۔ صرف اُن کی بنیادیں باقی رہ گئی تھیں۔

میرے باپ نے پوچھا: ''ماہنے! ہماری بستی پر عذاب کیوں نازل ہوا؟''

''مولوی صاحب جب گاؤں میں آئیں گے تو اُن سے پوچھیں گے۔'' میں نے جواب دیا۔ گاؤں کے کھنڈر چپ چاپ تھے۔ ہم ان کھنڈروں کے دو وارث، ان کے درمیان کھڑے پتھر بن چکے تھے۔ اس وقت گاؤں کی ٹوٹی پھوٹی مسجد سے اذان کی آواز آئی تو پتھروں میں جان سی پڑ گئی۔ ہم دونوں مسجد کی طرف لپکے۔ مسجد کے صحن میں مولوی صاحب کھڑے اذان دے رہے تھے اور کھنڈروں سے کچھ اور لوگ بھی برآمد ہو رہے تھے۔ ''موج دین تم؟ ۔۔۔ ماہنے تم کب پہنچے؟'' یہ بابا حیات کی آواز تھی۔

اس نے آگے بڑھ کر ہمیں باری باری گلے لگایا۔ بابا حیات کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ بھی تھے جو ہم سے بغل گیر ہوئے۔ اس وقت میں رو پڑا۔ بچھڑے لوگوں کے سینوں کی گرمی نے میرے دل کو پگھلا دیا تھا۔ مولوی جی نے میرے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''ماہنے! مرد لوگ رویا نہیں کرتے۔'' میں نے سوچا، میں کب رویا، یہ تو دوسروں کے رُکے ہوئے آنسو تھے جو میری آنکھوں سے بہہ نکلے۔ ''آؤ نماز پڑھیں۔ دل کو قرار مل جائے گا۔'' دیگر کی نماز پڑھ کر ہم نے سلام پھیرا تو مولوی صاحب نے ہماری طرف منھ کر کے کہا: ''انسان بڑا سخت دل ہے۔ وہ عذاب سے نہیں ڈرتا اور عذاب اُسے اچانک آلیتا ہے۔ قرآن نے اُجڑی بستیوں کو ہمارے لیے عبرت قرار دیا تھا۔ ہم نے اُنھیں قصے

www.ilmkidunya.com

کہانیاں سمجھا۔ اب ہم اپنی آنکھوں سے اپنی ہی بستی کا عذاب دیکھ رہے ہیں۔"

"یہ عذاب ہم پر کیوں نازل ہُوا، مولوی جی؟" میرے باپ نے پوچھا۔

"موج دِینا! تم اتنے سیانے بیانے ہو کر بھی مجھ سے پوچھتے ہو کہ عذاب کیوں آیا؟ ذرا گردن جُھکا کر اپنے گریبان میں دیکھو۔ تمھیں وہاں کچھ نظر آتا ہے؟"

"میں بہت گناہ گار ہوں۔ یہ میرے گناہوں کی سزا ہے؟"

"نہیں" بابا حیات بولا۔

مولوی صاحب نے اس کی طرف حیران ہو کر دیکھا۔

"یہ عذاب نہیں، آزمائش ہے۔" بابا حیات نے کہا۔

"نام بدلنے سے کیا فرق پڑتا ہے چودھری حیات!" مولوی صاحب بولے۔

"مولوی جی! بڑا فرق ہے۔ میں جب گاؤں سے ہو کر اپنے کنویں پر جا رہا تھا تو میرے جی پر بڑا بوجھ تھا۔ میں نے سمجھا، میری دُنیا تو میرا گاؤں ہے۔ یہ بستی اُجڑ گئی تو سمجھو ساری دنیا اُجڑ گئی۔ اُجڑے ہوئے کنویں پر پہنچ کر میں نے اپنے ارد گرد نظر ڈالی۔ مجھے دُور دُور تک اُجاڑ بیابان نظر آیا تو میرا دل بنجر ہو گیا۔ کنویں پر ان درختوں کے ٹھنٹھ مجھے بھٹنے لگے جن کو میں نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ ماہل ٹوٹ کر کنویں میں گر پڑی تھی۔ ڈھول اور چرکڑ چُرمُر گئے تھے۔ منڈیروں سے اینٹیں اُکھڑ کر کنویں میں گر گئی تھیں اور میری ڈھاری کی چھت بیٹھ گئی تھی۔ جس علاقے میں درخت نہ رہیں، وہاں سے پنچھی اُڑ جاتے ہیں۔ چار کھونٹ سُونے تھے اور کسی چڑی جنور کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ ڈھاری کے پیچھے بیری کا ایک مریل سا سُوکھا سڑا پودا تھا۔ کبھی اتنے درختوں کے جُھنڈ میں مَیں اُس کے وجود سے بھی واقف نہیں تھا۔ اس کی ایک شاخ پر دو چار ہری بھری پتیاں تھیں اور آج مجھے اپنے علاوہ ساری دنیا میں وہی پودا زندہ نظر آیا۔ پھر اچانک اُس کی شاخ پر ہرے رنگ کی ایک چڑیا آ بیٹھی اور شاخ جھولنے لگی۔ چڑیا نے چُوں چُوں کی تو مَیں چونک گیا میں نے اس کی طرف دیکھا اُس نے اپنی گول مٹول آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ کر پوچھا: چُوں چُوں چُوں۔ تم آ گئے؟ تم آ گئے؟ اور مولوی جی! سچ جانو، اس ایک پل کے اندر اندر میرا کنواں آباد ہو گیا۔ ڈھول اور چرکڑ چلنے لگے۔ پانی کی دھار بَل کھا کر کھیتوں میں پہنچی تو کھیت جاگ اٹھے۔ ہری بھری فصلیں لہلہانے لگیں۔ میں نے گاؤں کی طرف دیکھا تو وہ یک دم آباد ہو گیا۔ مَیں نے اس کی گلیوں میں لوگوں کو چلتے پھرتے دیکھا۔"

"چودھری حیات! تم نے جاگتے میں خواب دیکھا۔" مولوی جی بولے۔

"ایک سچّا خواب۔" مَیں نے کہا۔

مولوی صاحب نے مجھے پہلے ذرا غصے کی نگاہ سے دیکھا، پھر وہ مسکرانے لگے "چودھری حیات! تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ عذاب ہوتا تو ہمارا ایمان گاؤں کے کھنڈروں میں دفن نظر آتا۔ چوں کہ ایمان زندہ ہے اس لیے یہ آزمائش ہے۔ ہم ان شاءاللہ اس آزمائش میں پُورے اُتریں گے۔"

(لا نا ولا "میرا گاؤں" سے انتخاب)

www.ilmkidunya.com

www.ilmkidunya.com

مشق

1 سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے درج ذیل سوالات کے مختصر جوابات دیں:

i. معاہدۂ تاشقند کن دو ملکوں کے درمیان ہوا اور کس ملک نے معاہدہ کرانے میں اہم کردار ادا کیا تھا؟

ii. معاہدۂ تاشقند سے کس دیرینہ مسئلے کے حل ہونے کی امید پیدا ہو گئی تھی؟

iii. جنگ بندی کے بعد کھیتوں کی کیا حالت تھی؟

iv. گاؤں کھنڈر کا منظر کیوں پیش کر رہے تھے؟

v. عذاب اور آزمائش میں کیا فرق ہے؟ سبق "میرا گاؤں" کے حوالے سے بتائیں۔

2 درست جواب کا انتخاب کریں:

i. ہم چک میں تھے:

(الف) لاہور کے (ب) سیالکوٹ کے (ج) لائل پور کے (د) گوجرانوالہ کے

ii. ہم نے چودھری کو قدم قدم پر شکست دی لیکن چودھری کی سیاست ہم سے تھی:

(الف) طاقت ور (ب) زوردار (ج) تگڑی (د) مختلف

iii. چودھری کا بیٹا ہے:

(الف) ڈاکٹر (ب) وکیل (ج) انجینئر (د) ذیل دار

iv. درختوں کے کٹے ہوئے نظر آ رہے تھے:

(الف) ٹھنٹھ (ب) تنے (ج) پھل (د) بازو

v. ٹوٹ کر کنویں میں گر پڑی تھی:

(الف) تال (ب) ماہل (ج) ڈال (د) چرکڑ

3 سبق "ہمارا گاؤں" کا خلاصہ بیان کریں۔

4 اس سبق میں پنجاب کے دیہات کی تہذیب کو پیش کیا گیا ہے اور یہاں کے کردار اپنی رہتل کے مطابق بولی بولتے نظر آتے ہیں۔ آپ اس سبق کا پوری توجہ اور انہماک سے مطالعہ کریں اور مقامی زبان کے الفاظ، جملے اور کلچر کو ظاہر کرنے والی اشیا کے ناموں کی فہرست تیار کریں۔

5 پاک بھارت جنگ 1965ء کے اسباب اور اثرات کا جائزہ لیں۔ بھارت کے جنگی جنون میں تا حال کمی نہیں آئی، تبصرہ کریں۔

6 درج ذیل اشعار کی روشنی میں ایک نوٹ تحریر کریں کہ "جنگ کسی مسئلے کا حل نہیں بلکہ یہ خود ایک مسئلہ ہے۔"

جنگ تو خود ہی ایک مسئلہ ہے
جنگ کیا مسئلوں کا حل دے گی
آگ اور خون آج بخشے گی
بھوک اور اِحتیاج کل دے گی

(ساحر لدھیانوی)

7 دیے گئے الفاظ کی مدد سے جملے مکمل کریں:

شیشم　بنجر بنجر　بیٹا　فوجیں　عذاب　مریل

i ریڈیو اور اخباروں سے معلوم ہوتا تھا کہ دونوں ملکوں کی _____ علاقہ خالی کر رہی ہیں۔

ii سڑک کے دونوں طرف کی زمینیں آباد تھیں اور _____ کے درختوں پر بُور آ رہا تھا۔

iii کھیتوں میں سے درخت کٹ جائیں تو گھاس کا میدان بھی _____ سا اور لُٹا پٹا سا معلوم ہوتا ہے۔

iv وہ بھی تو اسی کا _____ تھا، اس نے ایسا کیوں کیا؟

v انسان بڑا سخت دل ہے وہ _____ سے نہیں ڈرتا۔

vi ڈھاری کے پیچھے بیری کا ایک _____ سا سوکھا سڑا پودا تھا۔

8 واحد کے جمع اور جمع کے واحد بنائیں:

معاملہ　تقاریر　حصّہ　کھنڈرات　قصص　اثر　معاہدہ

9 اعراب کی مدد سے تلفّظ واضح کریں:

تاشقند　شکست　ہی　استقبال

مناسب　سنسان　چرکٹر　کٹیا

10 درست یا غلط بیان پر نشان لگائیں:

i ہم نے امریکا کا فیصلہ قبول کر لیا۔　☐ صحیح　☐ غلط

ii میرا دل کہہ رہا تھا کہ جنگ سے انسان پاتا کچھ نہیں، کھوتا بہت کچھ ہے۔　☐ صحیح　☐ غلط

www.ilmkidunya.com

iii میری جھونپڑی کا نام ونشان باقی نہیں رہا تھا۔ ☐ صحیح ☐ غلط

iv پختہ مکانوں کے کھنڈرات تو بہت بھیانک نظر آ رہے تھے۔ ☐ صحیح ☐ غلط

v میں جب گاؤں سے ہو کر اپنے کنویں پر جا رہا تھا تو میرے جی پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔ ☐ صحیح ☐ غلط

ناول

ناول وہ کہانی ہے، جس کی بنیاد حقیقی زندگی پر ہوتی ہے۔ اس میں زندگی کا کوئی خاص دور اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ وہ مخصوص دور اپنے تمام تر رنگوں کے ساتھ آموجود ہوتا ہے۔

ناول کی صنف، مغرب سے اردو ادب میں متعارف ہوئی۔ ناول سے قبل داستان اور حکایت کا چلن عام تھا۔ ناول نے ہماری زندگی کے سماجی، سیاسی، تاریخی اور نفسیاتی پہلوؤں کو کامیابی سے پیش کیا ہے۔

- ناول کے پلاٹ (ترتیبِ واقعات) کے بہاؤ میں ایک فطری برجستگی پائی جاتی ہے۔
- ناول کے کردار، گوشت پوست کے انسان ہوتے ہیں، جن میں خوبیوں کے ساتھ خامیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔ ناول میں مثالی کردار کا ہونا خوبی کے بجائے خامی تصوّر کیا جاتا ہے۔
- ناول کے کردار، اپنی شخصیت کا اظہار، اپنے مکالموں سے کرتے ہیں۔ کرداروں کے مکالموں کا اُن کرداروں کے مقام و مرتبے، تعلیم، پیشہ وغیرہ سے ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔

سرگرمیاں برائے طلبہ

- سبق میں شامل مرکزی کرداروں کی خصوصیات پر نوٹ لکھیں۔
- گاؤں کے منظر کو ڈرائنگ یا کولاژ کی شکل میں پیش کریں۔
- ''شہری اور دیہاتی زندگی میں فرق'' کے موضوع پر مباحثہ کریں۔
- زیرِ نظر سبق کے متن کو مدِ نظر رکھتے ہوئے فطرت اور گاؤں کے حسن کو تصویری انداز میں پیش کریں اور خوب صورت رنگ بھریں۔

اشاراتِ تدریس

- طلبہ کو سیّد غلام الثقلین نقوی کی ادبی خدمات کے بارے میں آگاہ کریں۔
- فنِ ناول نگاری کی بنیادی باتیں طلبہ کو سکھائیں۔
- تمدنی اور تہذیبی ترقی نے گاؤں کی زندگی پر کیا اثرات مرتب کیے، اس حوالے سے طلبہ کو ماضی و حال کے آئینے میں معلومات فراہم کریں۔

www.ilmkidunya.com